Vol.6 No. 3 2023

ISSN Online: 2709-7625

ISSN Print: 2709-7617

حجاب امتیاز علی کی ناول نگاری: تجزیاتی مطالعہ

NOVELIZATION OF HIJAB IMTIAZ ALI: AN ANALYTICAL STUDY

مزمل قمر

لیکچرار گورنمنٹ ایسوسی ایٹ کالج کھڈیاں خاص ، قصور

ڈاکٹر سامیہ احسن

اسسٹنٹ پروفیسر اُردو، منہاج یونیورسٹی، لاہور

Absract:

Hijab Imtiaz Ali is a Romantic Novelist.Hijab'Novels are elevated both artistically and linguistically. Her writings have the charm and impact of anger. Her fiction has all the qualities that are essential for a successful story. The plot of Hijab's fiction is coherent, precise and strong. There is a lot of enjoyment and flavor of language. Hijab gave a new dimension to literature through her writings. Among the novels, Andhera Khwab, Zalim Mohabbat, Yeh Biharin Yeh Khazain, are notable. It is not possible for an authentic and reliable artist to depict and interpret society until a deep observation and he is fully aware of the downsides of society. Hijab's experience and study is extensive, so she creates a true picture of the beautiful and charming sketches of the landscape, and such a beautiful canvas that the reader begins to feel that he is enjoying the sight in person. A major part of Hijab's life is spent in travel and entertainment, so what she saw, felt, presented in a fictional color. Although the characters of hijab stories and novels are romantic and romantic, they are not rebels of moral and civilized traditions. This is the reason why the feelings of love that emerge in the slow heat of romance go down in the hearts.

Key words: Romantic movement, strong plot, awareness abut society, entertainment, heart toughing style,

اردو ادب میں رومانوی تحریک کا آغاز بیسویں صدی کے آغاز کے ساتھ ہوا۔ سجاد حیدر یلدرم کی اردو نثر خصوصاً افسانہ اور سر عبدالقادر کا رسالہ ''مخزن'' اردو ادب میں رومانوی تحریک کا نقطہء آغاز بنے۔ اس تحریک میں زیادہ تر مرد تخلیق کاروں نے حصہ لیا تاہم چند ایک خواتین بھی اس تحریک کا حصہ رہیں۔ ان خواتین تخلیق کاروں میں ایک معتبر نام حجاب امتیاز علی کا ہے۔ حجاب امتیاز علی نے یوں تو تمام اصنافِ سخن پر طبع آزمائی کی۔ انھوں نے زیادہ تر افسانے لکھے مگر ناول نگاری کے میدان میں بھی اپنی تخلیقی صلاحیتوں کو آزمایا۔

''اندھیرا خواب'' حجاب امتیاز علی کا اہم ناول ہے۔ یہ ناول ۱۹۵۰ء میں ادارہ دارالاشاعت لاہور کی جانب سے شائع ہوا۔ اس ناول کا موضوع نفسیات ہے۔ اس ناول کا دس صفحات پر مشتمل مقدمہ ڈاکٹر آئی لطیف نے لکھا ہے۔ ڈاکٹر لطیف لاہور میں ادارہ معالجِ نفس کے ڈائریکٹر تھے۔ نفسیات کے معالج کی حیثیت سے انھوں نے اس مقدمے میں انسانی نفسیات کی الجھی ہوئی گرہوں کو اپنے باریک بین مشاہدے سے سلجھایا ہے۔ نفسیات کے بارے میں جرمن نفسیات دان سیگمنڈ فرائڈ اور ان کے شاگردوں کے نظریات کا تجزیہ بھی پیش کیا ہے۔ شعور، لاشعور اور تحت الشعور پر ایک ماہرِ نفسیات کی حیثیت سے روشنی ڈالی ہے۔ اس لیے ناول کے ساتھ ساتھ ناول کا مقدمہ بھی خاص اہمیت کا حامل ہے۔ ناول میں انسانی دماغ میں پڑے ہوئے لاشعوری خیالات کو بڑی خوبی سے پیش کیا ہے۔ شعوری اور لاشعوری خیالات کو اردو کے دوسرے ناولوں میں بھی پیش کیا گیا ہے مگر اس تکنیک کی فنی خوبی کے ساتھ تکمیل حجاب امتیاز علی کے ناول ''اندھیرا خواب'' میں ہی ہوتی نظر آئی ہے۔

''اندھیرا خواب'' صوفی کی کہانی ہے۔ صوفی کو اس کی دادی خاتون زبیدہ نے پال پوس کے بڑا کیا ہے۔ خاتون زبیدہ ایک شاہانہ شان و شوکت والی معزز خاتون ہے۔ خاتون زبیدہ نے اپنی پوتی صوفی کی پرورش شاہانہ انداز میں کی ہے۔ اتنے ناز و نعم سے پلنے کے باوجود صوفی کی شخصیت میں بگاڑ پیدا نہیں ہوتا کیونکہ وہ ایک نیک فطرت لڑکی ہے۔ صوفی خوبصورت، تعلیم یافتہ، تمیزدار اور نرم دل لڑکی ہے۔ ناول میں ایک روحی کا کردار ہے جو خوش شکل اور عقلمند لڑکی ہے۔ روحی صوفی کے بہت قریب ہے۔ صوفی کو بھی دادی سے سے زیادہ روحی سے لگاؤ ہے۔ صوفی کی دادی زبیدہ والی شان محل جیسے گھر میں رہتی ہیں۔ گھر میں دادی کے ساتھ صوفی اور روحی کے علاوہ دیگر رشتے دار اور ملازمین بھی رہتے ہیں۔ سب گھر والے صوفی سے بہت پیار کرتے ہیں۔ صوفی کی دادی کی ایک ہی خواہش ہے کہ صوفی کی جلد از جلد شادی ہو جائے۔ بظاہر سب کچھ نارمل ہے مگر اس ہنستے بستے گھر میں ایک چیز ایسی ہے جو سب گھر والوں کے لیے پریشانی کا باعث ہے۔ وہ یہ ہے کہ صوفی کو کبھی کبھی دورہ پڑتا ہے۔ دادی زبیدہ اس واقعے سے ہل کر رہ جاتی ہیں مگر ان کے پاس اس کا کوئی حل نہیں ہے۔ صوفی کو بھی اپنی ذات کا یہ پہلو بڑا خائف کرتا ہے۔ دادی چونکہ اس کی شادی کرنا چاہتی ہیں لیکن اس کی یہ کمزوری خامی بنتی جا رہی ہے۔ پورے گھر میں صرف ایک روحی ہے جو صوفی کے قریب ہونے کی وجہ سے اس کی نفسیات سے واقف ہے۔ ناول شروع سے اسی نفسیاتی الجھن کے

ISSN Online: 2709-7625

ISSN Print: 2709-7617

ساتھ آگے بڑھتا ہے اور ناول کے آخر میں یہ گرہ کھلتی ہے کہ صوفی جب کوئی انگارے کی طرح دہکتی ہوئی سرخ چیز دیکھتی تو اس کے لاشعور میں پڑا ہوا ماضی کا ایک ناخوشگوار واقع اسے یاد آجاتا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ صوفی کا باپ نشے باز تھا۔ وہ جب بھی نشے کی حالت میں گھر آتا تو اس کی ماں کے برا وقت شروع ہو جاتا۔ باپ کی سرخ انگارے جیسی آنکھیں صوفی کے حافظے میں پیوست ہو جاتی ہیں۔ جب صوفی کی ماں کا انتقال ہو گیا تو صوفی کا اچھا وقت شروع ہو گیا اس کو دادی نے گود لے لیا۔ ماں کی موت کے ساتھ صوفی سارے ناخوشگوار واقعات باپ کے گھر چھوڑ آئی مگر ان واقعات کی تصویر ذہن کے نہاں خانوں میں محفوظ کر لائی۔ صوفی کے لاشعور میں باپ کی سرخ انگارہ آنکھیں بیٹھ چکی تھیں۔ دادی کے گھر صوفی کو جب بھی دورہ پڑتا تو اس کو اپنی ماں پر ڈھائے جانے والے ظلم بھی یاد آجاتے۔ گھر میں کسی کو نہیں پتہ کہ صوفی کے لیے سرخ رنگ وبالِ جان ہے سوائے روحی کے، روحی اپنی نبض شناس فطرت کی وجہ سے صوفی کی کمزوری کے بارے میں جانتی ہے۔

اس ناول کے اجزائے ترکیبی کی بات کی جائے تو اس کا پلاٹ ایسا ہے جس پر ناول کے سارے واقعات بڑی روانی اور سادگی کے ساتھ رونما ہوتے ہیں۔ تمام واقعات باہم ربط و تسلسل کے ساتھ آگے بڑھتے ہیں۔ کہیں کوئی جھول پیدا نہیں ہوتا۔ ناول کا سارا پلاٹ ایک وحدت میں پرویا ہوا ہے۔ صوفی کے لاشعور میں ہونے والے واقعات فنی خوبیوں سے اس طرح مزین ہیں باوجود اس کے کہ یہ لاشعور کے واقعات ہیں۔

> ''پھر اچانک رات کا سناٹا شراب ارغوانی کی تیز لپٹوں میں ڈوب جاتا۔ شراب
> کی بدبو آتے ہی اس کے ننھے سے دل میں امید و انبساط کی اک چپ چاپ سی لہر اٹھتی جسے
> سرخ آنکھوں کی دہکتی ہوئی آگ آناً فاناً اپنی لپیٹ میں لے کر خاکستر کر ڈالتی۔۔۔ اس کے
> بعد شدید ہیبت، شدید نفرت اور شدید غصے کے مارے سسکیاں اس کے نازک گلے میں
> تیروں کی طرح آکر پھنس جاتیں۔ جنھیں ضبط کرنے کی کوشش کرتے کرتے وہ
> آخر کار دردِ گلو میں مبتلا ہو جاتی پھر احساسِ محرومی اس کے تمام جسم کو شل کر ڈالتا اور وہ
> رات کے اندھیرے میں لاش کی طرح پڑی عجیب عجیب حرکتیں دیکھا کرتی۔'' (۱)

''اندھیرا خواب'' رومانوی ناول ہے لیکن یہ عقدہ ناول کے آخر میں روحی کی زبانی کھلتا ہے۔ لیکن اس راز سے کہانی میں پراسراریت پیدا نہیں ہوتی بلکہ کہانی روانی کے ساتھ حجاب کے مخصوص رومانوی انداز میں آگے بڑھتی رہتی ہے، بوجھل پن کا شکار نہیں ہوتی۔ کہانی میں آرمی آفیسر ریحان کا کردار ہے جو ہیرو بھی ہے۔ صوفی اس سے محبت کرتی ہے مگر اظہار کی جرات نہیں کرتی۔ ناول نگار نے صوفی کے رومانوی جذبات کی ترجمانی روحی کے ذریعے کروائی ہے۔ ناول میں جذبات نگاری بہت عمدہ کی گئی ہے۔

> ''صوفی! تم حقیقت کو پسند نہیں کرتی۔ تم خواب اور رومان میں خوش رہتی ہو۔ تم ریحان
> کی موجودگی سے گھبرا جاتی ہو۔ تم محض ان کی یادوں میں مگن رہنا چاہتی ہو۔ کیونکہ یاد
> محض ایک خیال ہوتا ہے۔ کاش! تم خوابوں کو واقعیت میں دیکھنے کی عادی ہو سکتیں۔ تم
> واقعیت کو قبول کیوں نہیں کرتی؟ تم حقیقت کی نقاب کشائی سے گھبرا کیوں جاتی ہوں۔''
> (۲)

اس اقتباس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حجاب امتیاز علی جذبات نگاری کی کوشش میں خاصی کامیاب دکھائی دیتی ہیں۔ ناول کے ہیرو آرمی آفیسر ریحان اور ہیروئن صوفی کے علاوہ ذیلی کرداروں میں روحی، ڈاکٹر گار، خاتون زبیدہ اور زوناش وغیرہ شامل ہیں۔ یہ سارے کردار آپس میں بغیر کسی خونی رشتے کے محض انسانیت کے ناطے ایک دوسرے سے جڑے ہوئے ہیں۔ ان کی خوشیاں اور غم سانجھے ہیں۔ ذیلی کرداروں میں ڈاکٹر گار کا کردار خاصہ متحرک ہے۔ ناول کے منظر نامے پر حجاب نے ایسی تصویر کشی کی ہے یوں لگتا ہے قاری ناول صرف پڑھ نہیں رہا بلکہ ساتھ ساتھ منظر اپنے سامنے دیکھ بھی رہے ہیں۔

> '' گرم موسم کے سبز آسمانوں پر کاسنی چاند بڑی تیزی سے اوپر کو بڑھتا چلا جا رہا تھا۔ وہ چاند
> کے مقابلے میں ایک کمزور کرن کی طرح عشق پیچاں کی بیلوں میں بیٹھی تھی۔ چہرہ زرد تھا
> اور آنکھوں میں آنسو جھلملا رہے تھے۔۔۔ وہ برسات کی ایک کالی اور گیلی اور خواب ناک
> رات تھی۔ باغ کے درخت اور انگور کی بیلیں بارش سے بھیگی ہوئی تھیں۔ زمین سے ایک
> سوندھی خوشبو اٹھ کر فضا کو خوشگوار بنا رہی تھی۔'' (۳)

Vol.6 No. 3 2023
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

ناول کا موضوع نفسیات ہے جو نہ صرف مشکل ہے بلکہ قدرے خشک بھی ہے۔ناول نگار نفسیات کے خشک اور مشکل پہلو سے اچھی طرح واقف تھیں۔انھوں نے نفسیات کو ایک خاص مقصد کے تحت چنا تھا مگر وہ اس ناول میں دلچسپی پیدا کرنے کے فن سے بھی پوری طرح واقف تھیں۔اس لیے انھوں نے چھوٹے چھوٹے برجستہ جملوں کے ذریعے طنز و مزاح پیدا کرنے کی کوشش کی ہے۔جس سے قاری کی دلچسپی ناول میں برقرار رہتی ہے۔ناول نگار نے ذیلی کردار زوناش کو بوڑھی مینڈک اور شیطان کی ساس جیسے القابات سے پکارا ہے جس سے قاری محضوظ ہوتا ہے اور ساتھ ناول نگار کی حسِ ظرافت کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔

حجاب امتیاز علی فلسفیانہ نظریات کی حامل تھیں۔انھوں نے انسانی زندگی کے پیچیدہ مسائل پر فلسفیانہ انداز میں بحث کی ہے۔وہ انسانیت کے لیے دلی ہمدردی اور محبت کا جذبہ بھی رکھتی تھیں۔انھوں نے انے ناول میں فلسفیانہ بحث کو چھوٹے اور پر معانی جملوں میں سمیٹا ہے۔

> ‘‘ نہیں صوفی’’ میں نے کہا،‘‘انسان ہمیشہ کسی خاص وجہ کی بنا پر کسی کو پسند اور کسی کو ناپسند کرتا ہے۔ہمارے ہر فعل اور ہر احساس کی اپنی داستان ہوتی ہے۔اگر تم اپنی موجودہ نامعلوم نفرت کی وجہ جاننے کی کوشش کرتیں تو شاید دردِ سر تمہیں نہ ستاتا نہ اس ذہنی الجھن میں مبتلا ہوتیں۔۔۔ہم سب انہیں جواہر پاروں کے تراشیدہ ریزے ہیں۔ہم انہیں سانچوں کے ڈھلے ہوئے پیالے ہیں۔اسی لیے تو میں کہا کرتی ہوں کہ ہمارے آئندہ ادب میں ناول اور کہانی کا ہیرو انسان کا باپ ہوا کرے گا بیٹا نہیں اور ہیروئن ماں ہوا کرے گی بیٹی نہیں۔’’ (۴)

ناول کی زبان سادہ،آسان اور عام فہم ہے۔مصنفہ نے ایسے پر تاثیر جملے ادا کیے ہیں جس سے ناول کی دلکشی اور شائستگی میں بے پناہ اضافہ ہوا ہے۔ناول کی زبان تصنع اور بناوٹ سے پاک ہے۔پر معانی تراکیب الفاظ کے حسن کو کئی گنا بڑھا دیتی ہیں۔تشبیہات و استعارات کو ناول میں عمدگی سے استعمال کیا گیا ہے۔جس سے ناول کی عبارت کا حسن مزید آراستہ ہو جاتا ہے۔اس حوالے سے مجیب احمد خاں لکھتے ہیں:

> ‘‘حجاب نے جس طرح تشبیہ و استعارہ اور تراکیبِ الفاظ کا استعال کیا ہے یہ اس زمانے کا مزاج تھا۔ان کے علاوہ دوسرے ادیب بھی یاسمینی شعاعوں،زہرہ کے بلوریں دف،کشتی ماہ،خیالی سراپا اور نور و نغمہ کی خیالی دنیائیں آباد کرنے کے عادی تھے۔لیکن حسن کی فنکارانہ تلاش جس بے ساختگی کے ساتھ ان کے یہاں ملتی ہے وہ دوسروں کے یہاں کمزور نظر آتی ہے۔دوسرے رومانوی ادیب نئی تحریکوں سے متاثر ہو کر رومانویت سے کنارہ کشی کر لیتے ہیں۔وہ رومانویت کے ساگر میں اس طرح ڈوبیں کہ پھر اس کی گہرائی میں ہی سما گئیں لیکن ابھر نہ سکیں اور وہ تنہا فنکارہ ہیں جو آج بھی رومانی دنیا میں کھوئی ہوئی ہیں۔ان کا تخلیقی و ادبی سرمایہ مقصد و افادیت سے خالی نہیں۔ان کے یہاں زمانے کے مطالبات ہیں لیکن اظہار رومانی ہے۔’’ (۵)

حجاب امتیاز علی اگرچہ ایک منجھی ہوئی نثر نگار ہیں اور وہ شاعرہ نہیں ہیں مگر انھوں نے نثر نگاری اس انداز سے کی ہے کہ ان کی نثر شاعرانہ معلوم ہوتی ہے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ انھیں شعر و شاعری سے بے حد لگاؤ تھا۔اس کا اظہار وہ اپنی نثر میں بھی کرتی تھیں۔انھوں نے اپنی نثر میں موقع محل کے مطابق اشعار کا استعال بھی کیا ہے۔ انھوں نے اس ناول میں اقبال کے اشعار کا برمحل استعال کیا ہے۔اس بارے میں محمد حسن کہتے ہیں:

> ‘‘حجاب امتیاز علی کی شعریت اس سے بھی زیادہ آراستہ اور ماورائی ہے۔لیکن اس میں فلسفہ کی بجائے جزبات کی فراوانی اور حسنِ معصوم کی دل کشی ہے۔یہ سیدھے سادے اور چھوٹے سے قصے ہیں جو بڑے خوبصورت اور متاثر کن پس منظر میں سجائے گئے ہیں۔ان کی دنیا بادِ جنوب کے پھولوں سے سجی ہے۔جہاں نیلا آسمان مہربان ہے۔سمندر کے سینے بادبانوں کا خیر مقدم کرتے ہیں اور زندگی محبت کی خلش اور فراق کے درد کے سوا اور ہر

طرح کی کلفت سے بری ہے۔ حجاب کی کہانیاں ایک خاص انداز سے واحد متکلم کے صیغے میں لکھی گئی ہیں اوران کے سب کردار کم و بیش جانے پہچانے ہیں۔ روحی ان کا اپنا نام ہے جسے وہ اجنبی سرزمین کی خوشگوار سیاحت میں ساتھ رکھتی ہیں۔ جسوتی، زوناش، ڈاکٹر گار، یزدانی، شہزادہ مشہدی ایسے نام ہیں جو ان کے ہر قاری کے دوست اور شناسا ہو چکے ہیں۔ مشرقی پس منظر میں خالص مغربی انداز وآداب حجاب نے اختیار کیے ہیں۔" (۶)

مذکورہ بالا اسباب کی بنا پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ " اندھیرا خواب" نہ صرف حجاب امتیاز علی کا اہم ناول ہے بلکہ اردو ادب کا بھی کامیاب ناول ہے۔اس ناول کے موضوع سے یہ بات بھی واضح ہوتی ہے کہ حجاب امتیاز علی محض تخلیق کار ہی نہیں بلکہ اپنے زمانے کے دیگر علوم سے بھی گہری دلچسپی رکھتی ہیں۔ نفسیات جیسے خشک موضوع کا چناؤ اور اس کو ناول جیسی صنف میں شروع سے لے کر آخر تک چلانا اور اس بات کا خیال بھی رکھنا کہ قاری کی دلچسپی کہیں بھی کم نہ ہونے پائے۔ واقعات کو تسلسل اور منطقی ربط کے ساتھ آگے بڑھانا حجاب امتیاز علی کا بلاشبہ اہم تخلیقی کارنامہ ہے۔اس ناول کے متعلق مجیب احمد خاں رقم طراز ہیں:

"حجاب کا" اندھیرا خواب" نفسیاتی موضوع پر ایک بہترین شاہکار ہے۔ انھوں نے نفسیات جیسے دقیق، خشک، تلخ لیکن حقیقی موضوع کو رومانیت کے ساگر میں ڈبویا۔ تاکہ اس میں رومانی فضا برقرار رہے اور وہی مانوس کردار ہیں۔۔۔"اندھیرا خواب" ناول کی ہیروئین ایک ایسی لڑکی ہے جس کو عیش و عشرت کے سارے سامان میسر ہیں لیکن ماضی کی زندگی نے رنج و غم اور نفرت کے ایسے غیر محسوس زخم دیئے ہیں کہ بچپن کے دردناک اور خوفناک واقعات نے اس میں بے اعتمادی پیدا کر دی ہے۔ اسی وجہ سے وہ زندگی کے حقائق سے فرار حاصل کرنے کی عادی ہو گئی ہے۔ وہ ہمیشہ خوف وہراس میں مبتلا رہنے کی وجہ سے جسمانی امراض میں مبتلا ہو جاتی ہے۔ دردِ گلو اس کا پرانا مرض ہے۔" (۷)

"ظالم محبت" حجاب امتیاز علی کا ناولٹ ہے۔ ۱۹۴۰ء میں شاہی پریس لکھنؤ سے اس ناول کی اشاعت ہوئی۔اس ناولٹ کا مقدمہ سجاد حیدر یلدرم نے تحریر کیا۔ یلدرم نے مقدمے میں ناولٹ کے فنی محاسن پر روشنی ڈالنے کے ساتھ مصنفہ کا ادبی مقام و مرتبہ بھی واضح کیا۔ ناولٹ کی تقسیم عنوانات کے تحت کی گئی ہے۔اس میں وہ تمام فنی خوبیاں موجود ہیں جو ایک کامیاب ناولٹ کا حسن سمجھی جاتی ہیں۔ کہانی کچھ یوں ہے کہ خاتون زبیدہ اور نواب لوث جیسے سب چچالوث کہتے ہیں کے ساتھ سارا خاندان کیباس کے محل میں شاہی شان و شوکت کے ساتھ زندگی بسر کر رہا ہے۔ نواب خاندان کا سارا انتظام وانصرام دادی زبیدہ اور چچالوث کے ہاتھوں میں ہے۔ سارے گھرانے کی پرورش اور تعلیم و تربیت چچالوث اور دادی زبیدہ کی زیر نگرانی شاہی طور طریقوں سے ہوئی ہے۔ دادی اور چچا کے علاوہ دیگر کرداروں میں ڈاکٹر گار، منصور، منیر، جسوتی، روحی اور سر جعفر وغیرہ ہیں۔ ڈاکٹر گار اور منصور شاہی خاندان سے خونی رشتہ نہ ہونے کے باوجود سب کے ہمدرد، خیر خواہ اور سچے جانثار ہیں۔ ڈاکٹر گار عہدے کے لحاظ سے ڈاکٹر ہیں اور منصور کو دادی نے یتیم خانے سے لے کر پالا تھا اس کی تعلیم و تربیت بھی منیر کے ساتھ شاہی انداز میں ہوئی ہے لیکن اس کی شخصیت میں کوئی بگاڑ پیدا نہیں ہوا بلکہ اپنے مزاج میں عاجزی اور انکساری لیے ہوئے شاہی خاندان کا احسان مند ہے۔ منصور نہ صرف اخلاق کا اچھا ہے بلکہ نہایت خوبصورت بھی ہے۔ دادی اس کے اخلاق و اطوار کی وجہ سے اس سے بہت متاثر ہیں اور اسے بہت پسند کرتی بھی کرتی ہیں۔ دادی منصور اور منیر میں کوئی فرق نہیں کرتیں حالانکہ منیر دادی کا پوتا ہے۔ منصور اور منیر میں بھی گہری دوستی ہے۔ دادی منیر کو پڑھنے کے لیے انگلستان بھیجتی ہیں تو منصور کو بھی ساتھ بھیجتی ہیں تاکہ منصور بھی منیر کی طرح اعلیٰ تعلیم حاصل کرے۔ جاتے وقت دادی منیر کی منگنی جسوتی سے کر دیتی ہیں۔اس وقت جسوتی کی عمر محض ۶ برس تھی۔ منیر جب ۱۷ برس بعد کیباس واپس آتا ہے تو اس کے دل میں جسوتی کے لیے محبت کی جو کونپل کھلی تھی اب وہ تناور درخت کی صورت اختیار کر چکی ہے۔

دادی زبیدہ روحی اور جسوتی کے ساتھ گاؤں والے محل میں گئی ہوتی ہیں کہ پیچھے سے منیر کار حادثے میں زخمی ہو جاتا ہے۔ منصور منیر کا بہت خیال رکھتا ہے۔ دادی روحی اور جسوتی کے ساتھ واپس کیباس آجاتی ہیں۔ منصور کو دیکھتے ہی جسوتی کو اس سے محبت ہو جاتی ہے۔ منصور کے دلی جذبات بھی جسوتی سے مختلف نہیں۔ لیکن وہ اپنے جذبات منیر کے احسانات پر قربان کر دیتا ہے۔اس کے خیال میں وہ آج جو کچھ بھی ہے وہ دادی اور منیر کے دم سے ہے۔ اگرچہ منیر نے اس کو کبھی اس کی حیثیت نہیں

Vol.6 No. 3 2023
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

جتلائی مگر منصور کو اپنی حیثیت کا اچھی طرح علم ہے۔اس لیے وہ کبھی بھی نمک حرامی نہیں کرنا چاہتا۔چاہے اس کے لیے اسے اپنی بڑی سے بڑی خواہش سے ہی کیوں نہ ہاتھ دھوناپڑیں۔ منصور جسوتی سے محبت کے باوجود روحی کو شادی کا پیغام بھیج دیتا ہے۔ منیر صحت یاب ہوتا ہے تو سب ناشپاس کے جنگل میں پکنک کے لیے جاتے ہیں۔ جہاں سب اپنی اپنی پسند کی جگہ پر تفریح کرتے ہیں۔ سب تفریح کے بعد واپس آجاتے ہیں سوائے منصور اور جسوتی کے۔ ڈھونڈنے پر معلوم ہوتا ہے کہ منصور اپنے گھوڑے سمیت کھائی میں گر جاتا ہے اور جسوتی منصور کو بچانے کے لیے کھائی میں چھلانگ لگا دیتی ہے۔ منصور یہ سوچ کر پریشان ہوتا ہے کہ منیر اس کے بارے میں کیا سوچے گا۔ مگر منصور کے خدشات کے برعکس جسوتی کی دلیری کی داد دیتا ہے۔ دادی منیر کی صحت یابی کی خوشی میں جشنِ صحت کا انعقاد کرتی ہیں اور جشن میں منیر اور جسوتی کی شادی کے اعلان کا ارادہ رکھتی ہیں۔ جب جشن عروج پر ہوتا ہے تو منیر جسوتی کے ساتھ باغ کے پر سکون ماحول میں باتیں کرنا چاہتا ہے۔ جب وہ لوگ باغ میں جاتے ہیں تو وہاں پہلے سے منصور ہوتا ہے۔ منیر جسوتی کو منیر کے پاس چھوڑ کر جسوتی کے لیے جوس لینے جاتا ہے۔ پیچھے سے جسوتی منصور سے دوٹوک بات کرنے کا فیصلہ کرتی ہے۔ لیکن منصور دل پر پتھر رکھ کر جھوٹ بولتا ہے کہ اسے جسوتی کے ساتھ محبت نہیں ہے۔ وہ اس کے ساتھ محض وقت گزاری کر رہا تھا۔ جسوتی اسے اپنی توہین سمجھتی ہے اور وہاں سے چلی جاتی ہے۔ منیر جب وہاں آتا ہے تو منصور سے جسوتی کے متعلق پوچھتا ہے اور منصور جواب دینے کی بجائے بے ہوش ہو جاتا ہے۔ محل میں آکر منصور اس غم کو دل پر لے کر شدید بیمار ہو جاتا ہے۔ وہ شدتِ بیماری میں ہذیان بکنے لگتا ہے۔ یوں منیر پر یہ راز فاش ہو جاتا ہے کہ منصور اور جسوتی ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں۔ منصور ٹی بی کا مریض بن جاتا ہے اور اسے سینی ٹوریم میں داخل کروا دیا جاتا ہے۔ منصور آخری دفعہ جسوتی سے ملنا چاہتا ہے مگر جسوتی اس کی شکل دیکھنے کی بھی روادار نہیں۔ منیر جسوتی کو منا کر منصور سے ملوانے لے جاتا ہے۔ منصور بے ہوشی کے عالم میں ہی وفات پا جاتا ہے۔ منیر سب کچھ جان لینے کے بعد بھی شدید دکھی ہوتا ہے کہ اس نے بھائیوں جیسا دوست کھو دیا۔ منصور کے مرنے کے بعد جسوتی کو منصور کی مجبوری کا احساس ہوتا ہے کہ اس کا محبوب جان سے کھیل گیا مگر اس نے اپنے محسنوں سے بے وفائی نہ کی۔

یہ اس ناولٹ کا خلاصہ ہے۔ اچھے ناول کا دار و مدار سب سے پہلے پلاٹ پر اور پھر کردار نگاری پر ہوتا ہے۔ ناول میں پلاٹ پر موضوع کو اس طرح سجانا، اس طرح ربط و تسلسل پیدا کرنا کہ ناول کے پلاٹ پر کوئی واقعہ یا بحث غیر ضروری معلوم نہ ہو، ایک کامیاب ناول کی یہی خوبی ہے۔ "ظالم محبت" کا پلاٹ بھی انہی خوبیوں سے مزین ہے۔ اس ناولٹ کا پلاٹ سادہ اور دلکش ہے۔ مصنفہ نے پلاٹ پر واقعات کو اس طرح نقش کیا ہے کہ کسی چھوٹے سے واقعے یا بحث کو پلاٹ سے نکال دیں تو ناول میں محسوس کیا جانے والا خلارہ جائے گا۔ ناولٹ میں ایک باب کا عنوان "رات کے سناٹے میں" ہے۔ دوسرے باب کا عنوان "احساسِ گناہ" ہے۔ مصنفہ ایک باب کے تحت دی گئی کہانی کو ایسے موڑ پر ختم کرتی ہیں کہ جب قاری کے دل میں مزید جاننے کی خواہش زور پکڑتی ہے۔ اس طرح ناولٹ کی شروع سے آخر تک دلکشی بھی برقرار رہتی ہے اور دلچسپی بھی ختم نہیں ہوتی۔ اس میں ایک باب کا عنوان "جشن کی رات" ہے۔ جس میں جسوتی منصور سے فیصلہ کن بات کرتی ہے۔ ان دونوں کے درمیان لمبی بحث ہوتی ہے مگر یہ بحث دردانگیز، پر اثر، سادہ اور رومانوی تو ہے ہی مگر دلچسپی سے بھی خالی نہیں۔

> "اپنی محبت واپس لے لوں! اچھا مجھے آپ کی خوشنودی ہر طرح منظور ہے۔ مجھے دنیا کی تمام چیزوں میں ایک ہی چیز محبوب تھی اور وہ آپ تھے۔ اچھا تو آپ اطمینان رکھیں۔ میں اپنی محبت واپس لے لیتی ہوں۔ یہ خواب ہمیشہ کے لیے ٹوٹ رہا ہے۔ گلاب کو ایک دفعہ شاخ سے جدا کر کے پھر واپس ٹہنی سے لگانے کی کوشش بے کار ہوتی ہے۔ مشہور ہے کہ عورت ایک ہی دفعہ محبت کرتی ہے اور عورت کی محبت میں ہمیشگی کی شان پائی جاتی ہے۔ یہ مقولے غلط صریحاً غلط ہیں یا یوں کہیے آپ جیسے احمق مردوں نے محض اپنی تسکینِ خاطر کے لیے مشہور کر رکھے ہیں۔ اسی جھوٹے اور بے معنی زعم کے بھروسے عورت کی محبت کو تم لوگوں نے کھلونا سمجھ رکھا ہے۔ مگر بدنصیب بے وقوف شخص! یاد رکھنا زندگی میں ایک ہی دفعہ محبت کرنے والی رحم دل اور بقول تم لوگوں کے وفادار عورت جب آتش کدہ دل میں انتقام کے شعلے بھڑکاتی ہے تو اپنی مشہورِ عالم رحم دلی اور وفاداری سے دست بردار بھی ہوسکتی ہے۔" (۸)

کردار نگاری کی بات کی جائے تو ناول ہو یا افسانہ کردار نگاری اس کی روح ہوتی ہے۔ پختہ کردار نگاری ہی ناول کی شہرت کا باعث بنتی ہے۔ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ اردو ادب کے بعض ادیبوں نے اپنے فن پارے کے کردار کو اس طرح زندگی بخشی کہ اس کردار کو شہرتِ دوام حاصل ہو گئی۔ مثلاً "فسانہ آزاد" کا کردار "خوجی"،

Vol.6 No. 3 2023
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

‘‘مراۃالعروس’’ کا کردار ‘‘اصغری’’ اور ‘‘گئودان’’ کا کردار ‘‘ہوری’’۔ یہ کردار اتنے مشہور ہوئے کہ اپنے خالق اور فن پارے کی شہرت کا باعث بنے۔ یہ کردار آج بھی اہلِ ذوق کے دلوں میں بستے ہیں۔ ناول میں کردار نگاری کی یہ خوبی ہوتی ہے کہ وہ اندازِ تعلم اپنے موضوع کے مطابق اختیار کریں۔ اگر ناول کا موضوع پسماندہ طبقے سے تعلق رکھتا ہے تو اس کے کرداروں کا رہن سہن اور اندازِ تکلم اپنے مزاج میں پسماندگی لیے ہوئے ہو گا۔ لیکن اگر موضوع شاہی خاندان یا اعلیٰ طبقہ ہے تو کرداروں کا مزاج بھی شاہانہ ہو گا۔ حجاب امتیاز علی کے ناول میں یہ کرداری خوبیاں موجود ہیں۔ حجاب نے اپنے ناولوں میں زیادہ تر شاہی خاندان کو موضوعِ بحث بنایا ہے۔ ان کے کردار بھی شاہی خاندانوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ شاہانہ مزاج ان کے ہر انداز سے چھلکتا ہے۔ وہ عالی شان محلوں کے باسی ہیں۔ ان کے لباس اور زیورات عام طبقے کی نسبت نہایت قیمتی ہوتے ہیں۔ ان کے کھانے ایسے ہوتے ہیں جو واقعی شاہی خاندان کے دستر خوان پر سجنے کے قابل ہوتے ہیں۔ ان کے ہاں غلاموں کی بھرمار ہے۔ وہ سیاحت کے لیے بھی عام جگہوں پر نہیں جاتے بلکہ ساحلِ سمندر، دریاؤں، پہاڑوں، سبزہ زاروں اور دلکش وادیوں میں جاتے ہیں۔ ان کے ساتھ غلاموں اور کنیزوں کا قافلہ بھی ہوتا ہے۔ حجاب نے اپنے کرداروں کی دنیا خود تخلیق کی ہے۔ ان کے کردار مثالی ہیں ان میں خوبیاں خامیوں کی نسبت زیادہ ہیں۔ ہیرو تو ہیرو ہے ولن بھی روایتی ولن کی طرح مرنے مارنے والا نہیں ہے بلکہ صبر و تحمل اور حالات سے سمجھوتا کرنے والا ہے۔ حجاب امتیاز علی کی اس تخلیقی دنیا کے متعلق ‘‘ظالم محبت’’ کے مقدمے میں یلدرم اپنی رائے دیتے ہیں:

> ‘‘ملحوظ خاطر رہے کہ حجاب ہاتھ میں فوٹو کا کیمرا لے کر عکاسی نہیں کرتیں۔ وہ ہاتھ سے تصویر بناتی ہیں اور اس میں اپنے تخیل سے رنگ بھرتی ہیں۔ وہ نقاش ہیں عکاس نہیں۔ یہ ایک پرانی بحث ہے کہ لکھنے والا زندگی کا حسین رخ ہی دکھائے یا اس کے تاریک رخ کو بھی عیاں کرے۔ آپ جس مسلک کو چاہیں اختیار کیجیے اور جس مسلک کو چاہیں سراہیے۔ مگر حجاب کا قلم زندگی کی گندگی سے گریز کرتا ہے۔ آپ خشک واقعیت کے جویا ہیں تو حجاب کے افسانے نہ پڑھیے مگر رنگینی، دلآویزی، بے پناہ کشش و جاذبیت کی تلاش ہو تو یہ افسانہ اور مصنفہ کے دوسرے افسانے آپ کو ایک رنگین دنیا میں پہنچا دیں گے۔’’ (۹)

‘‘ظالم محبت’’ میں کرداروں کی تعداد کافی زیادہ ہے۔ قصرِ کیباس کے مالک چچالوث ہیں۔ ان کی چھوٹی بہن خاتون زبیدہ ہیں لیکن اپنی ذہانت، رعب و دبدبے اور حاکمانہ مزاج کی وجہ سے اختیارات دادی زبیدہ کے پاس زیادہ ہیں۔ دادی زبیدہ پورے قصر کے سیاہ و سفید کی مالک ہیں۔ چچالوث کی نسبت وہ مزاج کی سخت اور اصولوں کی پکی ہیں۔ لیکن رحم دل بھی بہت ہیں۔ تمام افرادِ خانہ کی تعلیم و تربیت میں انھوں نے کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ منصور حالانکہ لے پالک ہے مگر اس کی تعلیم و تربیت بھی انہی خطوط پر ہوتی ہے جن پر منیر کی۔ دادی زبیدہ جہاں سارے گھر کا خیال رکھتی ہیں وہاں ان کی بھی اپنی ایک شخصیت ہے۔ وہ اپنے آپ سے بھی غافل نہیں ہوتیں۔ اپنے لباس اور بناؤ سنگار کا پورا پورا خیال رکھتی ہیں۔ ہمیشہ ملکہ کی سی شان میں آراستہ پیراستہ نظر آتی ہیں۔ ‘‘ظالم محبت’’ میں خاتون زبیدہ کا کردار سب سے مضبوط ہے۔

چچالوث کہنے کو تو قصرِ کیباس اور دوسری تمام جائیداد کے وارث ہیں مگر ان کی شخصیت میں دادی زبیدہ جیسا جاہ و جلال اور تمکنت مفقود ہے۔ قصرِ کیباس کے سارے مکین دادی کے سامنے مؤدب بنے رہتے ہیں جبکہ چچالوث کی صحبت میں وہ زیادہ سکون محسوس کرتے ہیں۔ چچالوث بچوں کی خوشی میں خوش رہتے ہیں۔ اس سب کے باوجود چچالوث کا مشاہدہ باریک بین ہے۔ وہ اپنی مردم شناس فطرت کی وجہ سے سمجھ جاتے ہیں کہ جسوتی منیر کی بجائے منصور پر فریفتہ ہے۔

ڈاکٹر گار عیسائی ہیں۔ لیکن اپنی نیک فطرت کی وجہ سے قصر کے مکینوں کے دل میں گھر کر لیتے ہیں اور سب کے ساتھ گھر کا فرد بن کر رہتے ہیں۔ بچوں سے بھی خصوصی لگاؤ رکھتے ہیں۔ بچے بھی ان کے بہت قریب ہیں۔ وہ بچوں کے رازوں سے بھی واقف ہیں۔ وہ کھانے پینے اور ساحت کے شوقین ہیں۔ ان سب خوبیوں کے ساتھ ان میں ایک بدعادت بھی ہے کہ وہ نسوار لیتے ہیں جس کی وجہ سے ان کو چھینکیں بہت آتی ہیں۔ بچے ان کی اس عادت سے بہت تنگ ہیں۔

سرہارلی کیباس کی ریاست کے جنرل ہیں۔ سرہارلی کے قصر کے مکینوں سے گہرے مراسم ہیں۔ وہ خوبصورت اور اونچے قد کے نوجوان ہیں۔ وہ مزاج کے شوخ ہیں۔ وہ روحی سے محبت کرتے ہیں۔ روحی اس ناول کا تعلیم یافتہ، مہذب، عقلمند، باوقار اور بہادر کردار ہے۔ وہ فلائنگ کلب میں ہوابازی بھی کرتی ہے۔ روحی متحمل مزاج ہے وہ کبھی بھی صبر کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑتی۔ وہ موسیقی اور سیاحت کی دلدادہ ہے۔ وہ تخلیق کار بھی ہے اور شعر و شاعری سے بھی شغف رکھتی ہے۔ روحی سرہارلی کی محبت کی حوصلہ افزائی کرتی ہے۔ روحی کی محبت کا معیار بہت بلند ہے وہ پرانی یادوں کو سینے سے لگا کر رکھتی ہے۔ روحی کی سچی دوست اور ہمراز جسوتی ہے۔ روحی حجاب امتیاز علی کا قلمی نام ہے۔ روحی کے کردار کو مصنفہ نے اپنی شخصیت کو سامنے رکھ کر تخلیق کیا ہے۔ جسوتی اس ناول کی ہیروئن ہے۔ وہ حسین و جمیل لڑکی ہے۔ وہ ہندو مذہب سے

Vol.6 No. 3 2023
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

تعلق رکھتی ہے مگر قصرِ کیباس میں اس کا کسی سے خون کا رشتہ نہیں ہے۔ قصرِ کیباس میں وہ دیگر افرادِ خانہ کی طرح رہتی ہے۔اس کا رشتہ منیر کے ساتھ بچپن سے ہی طے ہے۔اسے منصور پسند ہے اور وہ محبت میں جان دینے کی حد تک سنجیدہ ہے۔ جسوتی کے کردار میں سماجی رسم و رواج کے خلاف بغاوت کا جذبہ موجود ہے۔

منیر اس ناول کا ہیرو ہے۔ وہ بالکل مشرقی افسانوی ہیرو جیسی صفات رکھتا ہے مگر اس میں صبر و تحمل، سمجھداری اور انسانیت کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے۔ وہ ایک فرشتہ صفت انسان ہے۔ وہ جسوتی سے والہانہ عشق کرتا ہے۔ منیر کے اندر اعلیٰ نسل کے چشم و چراغ کی سی تمام خوبیاں موجود ہیں۔ وہ منصور کو اپنے سگے بھائی کا درجہ دیتا ہے۔ جب وہ منصور اور جسوتی کی محبت کا پتہ چلتا ہے تو پھر بھی اس کے دل میں منصور اور جسوتی کے لیے نفرت کا جذبہ پیدا نہیں ہوتا۔ مصنفہ نے منیر کے کردار کو اس طرح تخلیق کیا ہے یوں لگتا ہے کہ وہ ایک ایسی دنیا کا باسی ہے جہاں نفرت، غصہ اور بغاوت جیسے جذبات کا دور دور تک گزر نہیں ہے۔

منصور بھی جسوتی کی طرح قصرِ کیباس میں غیر ہے مگر قصرِ کیباس والوں کے دل غیروں کے لیے بھی کھلے ہیں۔ منصور بے حد خوبصورت ہے۔ نیلی آنکھیں، گلابی رنگت، لمبا قد، ڈوبتے سورج کی کرنوں جیسے سنہری بال، ستواں ناک۔ منصور کا حسن سنگِ مرمر کی مورت جیسا ہے۔ دادی زبیدہ اسے سنہری بالوں والا ہیرو کہتی ہیں۔ منیر کا وہ سچا دوست ہے اور وہ منیر پر سب کچھ نچھاور کر دینے کا جذبہ بھی رکھتا ہے۔ جب جسوتی اس سے اظہارِ محبت کرتی ہے تو منصور محبت کے باوجود اس سے اظہار نہیں کرتا کیونکہ وہ اپنے دوست کو دکھ نہیں دینا چاہتا۔ منصور اپنی محبت کو اپنے سینے میں دفن کر کے جسوتی کی نظر میں گنہگار بن جاتا ہے۔ منصور اپنی جان کی بازی لگا دیتا ہے مگر اپنے محسنوں کے ساتھ احسان فراموشی نہیں کرتا۔ منصور کا کردار ایک اچھے احسان مند کا ہے اور اسے ایک وفادار اور ایک نیک فطرت انسان کے روپ میں پیش کیا گیا ہے۔

''ظالم محبت'' میں حجاب امتیاز علی نے بہترین کردار نگاری کر کے شاہی خاندان کی گھریلو زندگی کا بہترین نمونہ پیش کیا ہے۔ مصنفہ اپنی اس کوشش میں خاصی کامیاب دکھائی دیتی ہیں۔ اس ناول میں کنیزوں کی بہتات ہے۔ مثلاً کاسنی، زوناش، چمپا، صنوبر، سریلی اور سوسن وغیرہ۔ سب کنیزیں اپنے مالکوں کی وفادار ہیں۔ ان میں سے کوئی بغاوت کا نہیں سوچتا۔ قصرِ کیباس میں جہاں مالک رحم دل ہیں وہاں غلام بھی نمک حرام نہیں۔ حجاب نے سماج میں ہونے والے ظلم و ستم، برائیوں اور ناہمواریوں سے قطع نظر اپنے ناولوں میں ایک ایسی دنیا سجائی ہے جس کی بنیاد نیکی اور اچھائی پر قائم ہے۔

جذبات نگاری ایک مشکل فن ہے۔ حجاب نے کردار نگاری کے ساتھ جذبات نگاری کے بھی عمدہ نمونے پیش کیے ہیں۔ حجاب نے اس ناول میں محبت میں دھڑکتے دلوں کی ترجمانی بڑے جذباتی انداز میں کی ہے۔ دل سے اٹھنے والے محبت سے معمور جذبات جب زبان پر آتے ہیں تو حجاب کا قلم ایک لمحے کے لیے بھی نہیں ڈگمگاتا۔ وہ سچے جذبات کی حقیقی تصویر بے راہ روی اختیار کیے بغیر پیش کرتی ہیں۔

> ''وہ سیاہ بڑی آنکھیں! ان سیاہ آنکھوں میں ایک دنیا تھی۔ وہ سب کچھ تھا۔ جس کے لیے
> میری دنیا ترس رہی تھی۔ ایک ماں کا تعلق خاطر، ایک بہن کی دردمندی، ایک بیٹی کی بے
> چین محبت اور مست کرنے والی عورت کا میٹھا درد۔ لیکن دلِ ناشکیب پر جبر کر کے میں نے
> نظریں جھکا لیں اور وہاں سے نکل جانا چاہا۔" (۱۰)

''ظالم محبت'' ایسا رومانوی ناول ہے جو عشق و محبت کی گہرائیوں میں ڈوبا ہوا ہے۔ اس میں محبت بھرے دلوں کی آواز کو بڑے دردانگیز، دلآویز اور اثر انگیز طریقے سے ناول کے منظر نامے پر سجایا ہے۔ منصور کی موت کی منظر نگاری ایسے کی ہے جیسے منصور قاری کی آنکھوں کے سامنے مردہ حالت میں پڑا ہے جبکہ منیر اور جسوتی اس کے گرد سوگوار کھڑے ہیں۔

> ''دونوں مرحوم کے سرہانے یوں کھڑے تھے جیسے زندگی نے ان کا سب کچھ لوٹ لیا ہو۔
> وہ روح جسدِ خاکی سے پرواز کر گئی تھی جس کے دونوں عاشق تھے۔'' (۱۱)

ناول کا موضوع کے ساتھ ربط شروع سے آخر تک قائم رہا ہے۔ ناول میں کتنے واقعات آتے ہیں۔ منیر اور منصور ولایت جاتے ہیں، وطن واپس آکر منیر کو حادثہ پیش آتا ہے، سارے اہلِ قصر سیر کے لیے جاتے ہیں، منیر کی صحت کی خوشی میں جشن منایا جاتا ہے، منصور بیمار ہو کر وفات پا جاتا ہے۔ ان سارے واقعات میں کہیں ربط نہیں ٹوٹتا اور شاہی خاندان اپنے مقام و مرتبے سے کبھی نیچے نہیں آتا۔ اس حوالے سے مجیب احمد خاں کہتے ہیں:

> ''حجاب کے ناولوں میں شاہی زندگی کا عکس صاف جھلکتا ہے۔ ان کے کرداروں کے رہن
> سہن اور لب و لہجے سے یہ فضا برقرار رہتی ہے۔ ان کے یہاں بلند ستونوں والے قصرِ

Vol.6 No. 3 2023
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

عارفین، قصرِ عشرت، قصرِ نسرین اور تمام محلات و باغات موجود ہیں اور کنیزوں و غلاموں کی کثرت ہے۔ محل کے سارے افراد عمدہ لباس اور زیورات سے آراستہ و پیراستہ ہیں۔ ان کی عملی زندگی شاہی طرز پر بسر ہوتی ہے۔'' (۱۲)

''ظالم محبت'' کا مجموعی جائزہ اس بات کو ثابت کرتا ہے کہ جو خوبیاں ایک ناول کو کامیاب بناتی ہیں ''ظالم محبت'' بھی انہی خوبیوں سے مزین ہے۔ فنی اور فکری حوالے سے یہ ایک لاجواب ناول ہے۔

حجاب امتیاز علی کا تیسرا ناول ''پاگل خانہ'' ہے۔ جو پہلی بار ۱۹۸۰ء میں ادارہ تاج و حجاب، لاہور کی جانب سے منظرِ عام پر آیا۔ اس ناول کا پیش لفظ ڈاکٹر نذیر احمد نے رقم کیا۔ ناول ''پاگل خانہ'' نام سے ہی اپنے موضوع اور مقصد کو ظاہر کر رہا ہے۔ حجاب نے اپنے اس ناول میں دنیا کو پاگل خانہ کہا ہے۔ یہ ناول عالمی امن کے حوالے سے ایک شاہکار کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس ناول میں ایٹم بم کی ایجاد اور اس کے نتیجے میں ہونے والی تباہی کو موضوعِ بحث بنایا ہے۔ حجاب نے ایٹم بم اور نیوٹران بم سے انسانی دنیا میں ہونے والے ہولناک و دہشت ناک واقعات اور حادثات کی حقیقی تصویر کشی کی ہے۔ کائنات میں موجود انسانوں نے اپنی عقل و فہم اور بصارت کے زور پر مختلف ایجادات کر کے دنیا کو ترقی کے راستے پر تو ڈال دیا مگر اس ترقی سے کچھ نقصانات بھی ہوئے ہیں وہ یوں کہ آج کل کی جدید ترقی یافتہ قوم نے ایٹم بم سے خوبصورت کائنات کو بہار سے خزاں میں ہی تبدیل نہیں کیا بلکہ سبزہ زار کو شعلوں کی زد میں کر دیا ہے۔ سائنسدانوں نے ایٹم بم تو ایجاد کر لیا ہے مگر اس ترقی کو اگر امن کے حوالے سے دیکھیں تو یوں لگتا ہے کہ جیسے سائنسدانوں نے اپنے ہاتھوں سے انسانیت کی موت کا سامان کیا ہے۔ ایٹم بم سے جو تباہی پھیلی اس کا اندازہ ہیروشیما اور ناگاساکی کے اجڑنے سے لگایا جا سکتا ہے۔ لیکن یہ تو ایٹم بم کی تباہی ہے اگر نیوٹران بم کی تباہی کا تخمینہ لگائیں تو وہ اس سے کہیں زیادہ ہے۔ نیوٹران بم سے زندگی آناً فاناً تہہ و بالا ہو سکتی ہے۔ اوّل تو اس تباہی سے کسی کا بچ نکلنا ممکن ہی نہیں ہے اور اگر کوئی بچ بھی جائے تو بموں کی تابکاری شعاعوں سے ایسی بیماریوں میں مبتلا ہو جائے گا جن کا علاج بھی ممکن نہیں۔ ایٹم بم سے صرف زمینی تباہی ہی نہیں ہوتی بلکہ فضا تک زہر آلود ہو جاتی ہے۔ اس کے اثر سے پرندے بھی محفوظ نہیں رہ سکتے۔ اس زہر کا اثر تا دیر پا ہوتا ہے جو آنے والی نسلوں تک کو متاثر کر ڈالتا ہے۔ ایٹمی بموں کے منفی اثرات پر حجاب امتیاز علی ''پاگل خانہ'' میں یوں روشنی ڈالتی ہیں:

''ہاں ہماری مجبوری یہ ہے کہ آج کل کے ترقی یافتہ ماحول میں ہم ہر قدم پر اس کے محتاج ہیں۔ بغیر فیکٹریوں کے ہماری ضروریات کیسے پوری ہو سکتی ہیں؟ مصنوعی کھاد اور کیڑے مار دواؤں کے بغیر زراعت کے کام کیسے چل سکتے ہیں؟ ایٹمی تجرباتی دھاکوں کے بغیر دنیا کی جنگوں کی تیاریاں کیسے مکمل ہو سکتی ہیں؟ مگر ان سب کا نتیجہ یہ ہو رہا ہے کہ انسان کے تحفظ کے لیے زمین کے گرد لپٹی آکسیجن کی تہہ کمزور پڑتی جا رہی ہے اور ہم براہِ راست تابکاری کی لپیٹ میں آ رہے ہیں۔ پیچیدہ جلدی امراض اور کینسر کی وبا عام ہوتی جا رہی ہے۔ موسم بھی بے قابو ہو چلے ہیں۔ موسموں کی بے اعتدالیوں کے جو اثرات انسانی ذہن اور صحت پر پڑ سکتے ہیں انہیں عام آدمی قابلِ اعتنا نہیں سمجھتا۔ مگر وہ اہلِ نظر کے لیے اظہر من الشمس ہیں۔'' (۱۳)

ناول ''پاگل خانہ'' کے مرکزی کرداروں میں روحی، ڈاکٹر گار شوشوئی ہیں۔ روحی ڈاکٹر گار اور شوشوئی کو لے کر امن کی تلاش میں گھر سے نکلتی ہے۔ وہ امن کی تلاش میں جہاں بھی جاتی ہے وہاں دہشت ناک مناظر اس کا استقبال کرتے ہیں۔ اسے دنیا میں کہیں امن نظر نہیں آتا۔ ہر جگہ بدامنی ہے، وحشت ہے، ہولناکی ہے اور خوف کی فضا ہر سو چھائی ہوئی ہے۔ روحی اس سب کی وجہ سائنس کو قرار دیتی ہے۔ کیونکہ سائنس کی مدد سے ہی سائنسدانوں نے نت نئی ایجادات کر کے دنیا کا امن خطرے میں ڈال دیا۔ روحی کو لگتا ہے کہ اب زمانہ بہت بدل گیا ہے۔ پرانے دور کی تہذیب و تمدن کا نام و نشان باقی نہیں رہا۔ نئے دور کے ساتھ نئی تہذیب نے بھی جنم لیا ہے۔ لیکن یہ تہذیب ایسی ہے جس کا مقصد دنیا میں محض دہشت گردی اور تخریب کاری پھیلانا ہے۔ جمہوریت کی آڑ میں ایک نیا کھیل کھیلا جا رہا ہے۔ قانون کا کہیں بول بالا نہیں ہے۔ نام نہاد جمہوریت کی آڑ میں قانون کی دھجیاں اڑائی جا رہی ہیں۔ ایسے ماحول میں کوئی کسی کا پرسانِ حال نہیں۔ عجیب افراتفری کا عالم ہے۔ اس ماحول میں امن کی خواہش دیوانے کا خواب معلوم ہوتی ہے۔ حجاب اس بدلتے ہوئے ماحول کی عکاسی ان الفاظ میں کرتی ہیں:

Vol.6 No. 3 2023
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

"ہم تینوں سڑک پر جا رہے تھے۔ ہمارے دائیں بائیں لوگ چل رہے تھے۔ ان کے ہاتھوں میں چھرے یا خنجر تھے۔ پہلے یہ اشیاء ان کے کرتوں کے نیچے ہوا کرتی تھیں۔ مگر رفتارِ زمانہ کے ساتھ ساتھ کھلم کھلا اب ان کے ہاتھوں میں آگئی تھیں۔ تا کہ استعمال میں دیر نہ لگے۔ وہ ان ہلاکت آفریں اوزاروں کو لیے پورے اطمینان کے ساتھ رواں دواں تھے۔" (۱۴)

ناول کے اجزائے ترکیبی کی بات کی جائے تو سب سے پہلے پلاٹ کو دیکھیں تو اس کا پلاٹ سادہ اور عام فہم ہے۔ ناول میں چھوٹے چھوٹے واقعات ہیں۔ ان واقعات میں ربط و تسلسل قائم ہے کہیں کوئی جھول نہیں۔ ناول کی تقسیم ابواب کے ذریعے کی گئی ہے۔ ہر باب دوسرے باب سے متصل ہے۔ ناول کا موضوع سائنس کے ذریعے ہونے والی ایجادات اور ان کے نقصانات ہیں۔ اس ناول میں سائنس کے ساتھ فلسفہ، مذہب اور سیاست پر طویل بحث کی گئی ہے۔ ان طویل بحثوں میں ناموزونیت کو قطعی کوئی دخل نہیں ہے۔ مصنفہ نے ناول میں موضوع کے حساب سے سنجیدگی کو برقرار رکھا ہے۔ لیکن آپس میں بحث کرتے ہوئے کوئی کردار ہلکے پھلکے مزاح سے بات کو مکمل کرتا ہے جس سے سنجیدگی میں بھی ظرافت کی ہلکی سی لہر آجاتی ہے۔ جو قاری پر خوشگوار تاثر چھوڑتی ہے۔

حجاب کے دوسرے ناولوں کی نسبت اس ناول میں کرداروں کی تعداد گنی چنی ہے۔ سارا ناول تین مرکزی کرداروں کے گرد ہی گھومتا ہے۔ کردار نگاری کے حوالے سے ناول میں کوئی نقص نظر نہیں آتا۔ ناول میں سب سے مضبوط کردار روحی کا ہے جو افسانہ نگار ہے اور ناول میں تخلیق کار کی حیثیت سے نمائندگی کرتی ہے۔ روحی انسانی ہمدردی کا جیتا جاگتا کردار ہے۔ وہ تعلیم یافتہ، قابل اور وفادار ہے۔ وہ تمام انسانوں اور ان سے منسلک مسائل کا نہ صرف احساس کرتی ہے بلکہ انسانوں کو اُن مسائل سے نکالنے کی تدبیر بھی کرتی ہے۔ روحی مسلمان ہے اور مذہب کے قریب ہے۔ وہ اکثر اپنی گفتگو میں قرآنی آیات کا حوالہ دیتی ہے۔ وہ صرف قرآن کریم کی پیروکار نہیں بلکہ دوسری الہامی کتابوں زبور، تورات اور انجیل پر بھی ایک سچے مسلمان کی طرح ایمان رکھتی ہے۔ اس کے نزدیک اس نظام کائنات کو چلانے والی ایک ذات ہے جو ہر قسم کی طاقت کا سرچشمہ ہے۔

"اچانک میرے ذہن میں ایک بات آئی میرا دل و دماغ، میرا ضمیر پکار پکار کر مجھے سمجھانے لگا کہ خیر و شر دو علیحدہ علیحدہ چیزیں نہیں، دونوں ایک ہی طاقت کے دو مظہر ہیں۔ دونوں کا مرکز ایک ہی ہے۔" (۱۵)

ڈاکٹر گار اس ناول کا دوسرا اہم کردار ہے۔ وہ عیسائی مذہب سے تعلق رکھتا ہے۔ اس ناول میں ڈاکٹر گار ایک ڈاکٹر کی حیثیت سے سائنس کی نمائندگی کرتا ہے۔ اس کے نزدیک سائنس اور سائنس کی بدولت ہونے والی ایجادات انسانیت کے لیے مفید اور کارآمد ثابت ہو سکتی ہیں اگر سائنس کا استعمال مثبت انداز میں کیا جائے۔ ڈاکٹر گار میں انسانی ہمدردی کا جذبہ موجود ہے۔ جس کی وجہ سے وہ لوگوں کا مفت علاج کرتا ہے۔ روحی کے ساتھ امن کی راہ میں نکلنے والا تیسرا کردار شوشوئی کا ہے۔ شوشوئی بدھ مت کی پیروکار ہے۔ شوشوئی روحی کی دوست ہے۔ اس کا محبوب صفدر اس سے بے وفائی کرتا ہے۔ شوشوئی اس غم کو دل سے لگا دیتی ہے۔ یوں اس کے دماغ میں خلل پیدا ہو جاتا ہے۔ امن کی تلاش میں جانے والوں کے علاوہ بھی ایک کردار اس ناول میں موجود ہے۔ یہ زوناش کا کردار ہے۔ روحی ناول میں جہاں سائنسی، مذہبی، سیاسی اور فلسفیانہ بحثیں کرتی ہے وہاں وہ زوناش کے ساتھ ہنسی مذاق بھی کرتی ہے۔ جس کی وجہ سے نہ صرف زوناش بلکہ قاری بھی محظوظ ہوتا ہے اور ناول کے بوجھل پن اور ثقالت میں کمی آتی ہے۔

"پاگل خانہ" کے تینوں مرکزی کردار تین مختلف مذاہب کی نمائندگی کرتے ہیں۔ تینوں معاشرے کے اہم ارکان ہیں۔ تینوں اپنی اپنی انفرادیت قائم رکھے ہوئے ہیں۔ یہ سارے نمائندہ کردار دوسرے مذاہب سے نفرت نہیں کرتے۔ یہ عام انسان سے محبت کرتے ہیں۔ اُن کے احساسات اور جذبات کی قدر کرتے ہیں۔ اُن کے مسائل کو سمجھتے ہی نہیں بلکہ ان کے حل کے لیے بھی پیش پیش ہیں۔ در حقیقت حجاب امتیاز علی نے مختلف مذاہب کے خیالات و عقائد سے یہ بتانے کی کوشش کی ہے کہ کوئی مذہب انسانیت کے خلاف نہیں بلکہ سب کا بنیادی عقیدہ انسانیت سے پیار ہے۔ یہ صرف انسان کی کم ظرفی ہے کہ وہ فرقوں میں بٹ کر کرۂ ارض کا امن تباہ کر رہا ہے۔

منظر نگاری اور جذبات نگاری میں ویسے بھی حجاب کو ملکہ حاصل ہے۔ انھوں نے اپنے اس ناول میں ایٹمی اور نیوٹران بموں سے ہونے والی تباہی و بربادی کی حقیقی عکاسی کی ہے۔ قاری ان واقعات کو پڑھ کر نہ صرف متاثر ہوتا ہے بلکہ ایک کچھ لمحوں کے لیے سن بھی ہو جاتا ہے۔

Vol.6 No. 3 2023
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

"ہمارے آگے ایک کاسنی رنگ کی دوپہر دور دور تک پھیلی ہوئی تھی اور کائنات کا حسن
اپنے عروج پر تھا۔ یہ دیکھ کر میں سوچنے لگی کائنات کے اس حسن کے استحکام کی قسم بھی
کون کھائے؟ ہر چیز غیر یقینی اور تغیر پذیر ہے۔ ہر شے گردش میں محو ہے۔ ہر لمحہ رواں
دواں ہے۔" (۱۶)

زبان وبیان کے حوالے سے ناول میں ایک کامیاب ناول کی تمام خوبیاں موجود ہیں۔ زبان کی سادگی، سلاست اور روانی ناول کے حسن میں اضافہ کرتی ہے۔ ناول میں چونکہ ایک عالمگیر مسئلے کی نشاندہی کی گئی ہے اس لیے اس کے موضوع میں وسعت بھی ہے۔ لیکن سائنسی، مذہبی، سیاسی اور فلسفیانہ بحثوں میں عام قاری کو زیادہ دلچسپی نہیں ہوتی۔ پھر یہ ناول حسن وعشق کی واردات سے بھی خالی ہے۔ اس لیے اس ناول میں عام آدمی کی عدم دلچسپی کی وجہ سے اسے زیادہ مقبولیت حاصل نہیں ہو سکی۔ لیکن اس سب کے باوجود ناول مقصدیت سے خالی نہیں ہے اور اردو ناول نگاری میں موضوعاتی توسیع کے حوالے سے اہم پیش رفت ہے۔

حجاب امتیاز علی کے تینوں ناولوں میں ایک قدر مشترک ہے کہ ان کے تینوں ناولوں میں کرداروں کے نام ایک ہی ہیں۔ حالانکہ تینوں کے موضوعات میں دور دور تک کوئی مماثلت نہیں ہے۔ یوں لگتا ہے کہ حجاب امتیاز علی نے اپنی ایک تخلیقی دنیا سجائی ہوئی ہے۔ وہ اپنے پرانے ناموں کے کرداروں کو لے کر ایک نئے موضوع کے ساتھ قارئین کے سامنے جلوہ گر ہوتی ہیں اور قارئین کے لیے ان کرداروں کو پہچاننا مشکل نہیں ہوتا۔ دادی زبیدہ کی بات کی جائے تو فوراً معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ وہی دادی زبیدہ ہیں جو ملکہ کی سی آن بان رکھتی ہیں اور بچوں کی تعلیم و تربیت میں کوئی کسر نہیں چھوڑ تیں۔ ڈاکٹر گار غیر مذہب سے تعلق رکھنے کے باوجود سارے خاندان کے مخلص ڈاکٹر ہیں اور سب گھر والوں کے راز دان بھی ہیں۔ روحی پڑھی لکھی، باشعور اور سنجیدہ مزاج لڑکی ہے اور دوسروں کے اندر تک جھانک لینے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ وہ مسائل پر سیدھا راستہ ہی نہیں دکھاتی بلکہ مسائل کا حل بھی پیش کرتی ہے۔ حجاب کے ناولوں میں روحی کا کردار نیکی اور اچھائی کی علامت کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔

ہر ادیب خارجی کے ساتھ ساتھ داخلی حالات کا اثر بھی دوسروں کی نسبت زیادہ قبول کرتا ہے۔ حجاب امتیاز علی کے داخلی حالات ان کے ناولوں پر بہت زیادہ اثر انداز ہوئے۔ بچپن میں والدہ کی وفات اور پھر شادی کے فوراً بعد والد کے سایۂ عاطفت سے محرومی نے ان کے اندر کو ایک حساس دکھ سے بھر دیا۔ ان سانحات کے اثر نے انہیں حقیقت سے فرار کی راہ پر لگا دیا۔ یہ عناصر ایسے ہیں جن سے رومانوی ادیب سب سے زیادہ متاثر ہوتا ہے۔ کرب و اضطراب کی یہ کیفیت ہمیں ٹیگور سے لے کر حجاب امتیاز علی کے یہاں تک نظر آتی ہے۔ رومانوی تحریک کا ایک اہم مقصد سماجی ناانصافی، ظلم و ستم اور زود رنج حقیقی زندگی سے آنکھیں چرا کر ایک خوابوں کی دنیا سجانا تھا۔ جس کا زندگی کی تلخ حقیقتوں سے کوئی واسطہ نہ ہو۔ حجاب نے "ظالم محبت" میں ایسی ہی دنیا آباد کی ہے۔ جہاں سب خیر کی علامت ہیں شر کی کوئی علامت نہیں۔ سب ناولوں میں کہیں کوئی ناہمواری نہیں۔ اپنی کرداری خوبیوں کی وجہ سے سب ہیرو ہیں۔ ولن کا کوئی تصور ہی نہیں۔ ہیرو مسلمان ہے تو ہیروئن ہندومت سے تعلق رکھتی ہے لیکن کوئی مذہبی قید یا کشمکش نہیں۔ دادی زبیدہ اپنے پوتے کی منگنی جسوتی سے ان کے بچپن میں ہی کر دیتی ہیں مگر بڑے ہونے پر جسوتی منیر کی بجائے منصور کو پسند کر لیتی ہے۔ جب منیر کو اس بات کا پتہ چلتا ہے تو وہ نہ جسوتی سے ناراض ہوتا ہے اور نہ منصور سے اپنا دل کھٹا کرتا ہے۔ یہ شخصی آزادی اور روایتی بندشوں سے آزادی کی بہترین مثال ہے۔ جو رومانوی تحریک کا منشور ہے۔

موضوع کو تخلیق کے اندر سے دریافت کرنا اور کسی موضوع کو بھی شجرِ ممنوع نہ سمجھنا بھی رومانوی تحریک کے مقاصد میں شامل ہے۔ حجاب نے اپنے ناولوں کے لیے جن موضوعات کو چنا وہ نام سے ہی پہچانے جاتے ہیں۔ مثلاً "اندھیرا خواب" ہے تو نام سے ہی پتہ چل جاتا ہے کہ کہانی کیا ہے۔ "ظالم محبت" ہے تو عنوان سے ہی قاری ناول کی تہ تک پہنچ سکتا ہے کیونکہ اس ناول میں محبت کے علاوہ کوئی جابر اور ظالم نہیں سب کردار وسیع القلب اور محبت کرنے والے ہیں۔ "پاگل خانہ" بھی استعاراتی انداز میں ناول کے اندرونی بھید قاری پر کھول دیتا ہے۔ حجاب طبعاً رومان پسند تھیں۔ ان کا فطری رجحان رومانوی ادب تخلیق کرنے کے لیے بے حد موزوں تھا۔ رومانوی تحریک میں کچھ ادیب ایسے بھی تھے جو رومانوی تحریک سے پہلے بھی رومانوی تھے ان میں حجاب کا نام بھی شامل ہے۔ انھوں نے اپنے حالات اور ماحول سے رومانوی فضا خود تخلیق کی اور اپنے ذاتی احساسات وجذبات کو اس رومانوی فضا سے ہم آہنگ کر کے ایک نئی رومانوی دنیا آباد کی۔ وہ اپنے آس پاس پھیلے ہوئے رومانوی ماحول کو ایسی منفرد نظر سے دیکھتی تھیں اور وہ کچھ اخذ کرتی تھیں جو عام آدمی کبھی اخذ نہیں کر سکتا۔ دوسرے رومانوی ادیبوں مثلاً ابوالکلام آزاد کی طرح نثر میں شاعرانہ حسن پیدا کرتی تھیں۔

انھوں نے نثری شعریت کے علاوہ بھی جابجا برمحل اشعار کا استعمال اپنے ناولوں میں کیا ہے۔ رومانوی ادیب کے ساتھ وہ مذہب کے بھی قریب تھیں۔ انھوں نے اپنے ناولوں خصوصاً "پاگل خانہ" میں قرآنی آیات کے تراجم کو بھی شامل کیا ہے۔ مذہبِ اسلام کے ساتھ ساتھ وہ دوسرے مذاہب مثلاً عیسائیت، ہندومت، بدھ مت اور دیگر مذاہب کے پیروکاروں کا احترام بھی کرتی تھیں جو ایک اچھے مسلمان کا شیوہ ہے۔ ان کے ناولوں کی اہم خوبی یہ ہے کہ وہ صرف خواتین کے پڑھنے کی چیز نہیں بلکہ ہر

Vol.6 No. 3 2023
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

صنف اور ہر طبقۂ عمر کے لیے یکساں مفید ہیں۔ان کے ناولوں میں حسن وعشق کا بیان بھی بڑے رومانوی انداز میں پیش کیا ہے مگر یہ بیان کہیں بھی عریانی اور بے باکی کی حد تک نہیں جاتا۔ان کے ناولوں میں ایسی رومانوی فضا اور خمار ہے جو پڑھنے والے کو حسین خوابوں کی دنیا میں لے جاتا ہے جہاں زمانے کی تلخیوں کا گزر نہیں ہوتا۔رومانوی تحریک کے اہم اہداف میں ایک اہم ہدف یہ بھی تھا کہ اپنے فن پاروں میں ایسی فضا تخلیق کرنا جس میں جا کر قاری سکون محسوس کرے۔حجاب بھی اپنے ناولوں میں قاری کو ایک ایسے جہاں کی سیر کرواتی ہیں جو خواب وخیال پر مبنی ہے۔اس کی وجہ یہ بھی ہے کہ حجاب سیاحت کی بے حد شوقین تھیں۔دیگر رومانوی ادیب دوسری تحریکوں کے آ جانے سے رومانوی تحریک سے کنارہ کش ہو کر ان میں شامل ہو گئے مگر حجاب رومانوی تحریک کے ساگر میں ایسی ڈوبیں کہ پھر اس کی گہرائی میں سما گئیں۔ان سب باتوں کے باوجود حجاب امتیاز علی کی رومانوی تحریک سے الگ بھی اردو ادب میں انفرادی حیثیت ہے۔

حوالہ جات

۱۔ حجاب امتیاز علی(۱۰۵۰ء)اندھیرا خواب،لاہور،دارالاشاعت،ص:۵۔۴

۲۔ ایضاً،ص:۴۶۔۴۵

۳۔ ایضاً،ص:۱۳۷

۴۔ ایضاً،ص:۱۵۸

۵۔ مجیب احمد خاں،(۱۹۹۴ء)حجاب امتیاز علی حیات اور ادبی کارنامے،نئی دہلی،تخلیق کار پبلشرز،ص:۴۵

۶۔ محمد حسن(س ن)اردو ادب میں رومانوی تحریک،نئی دہلی،جے۔آر آفسیٹ پرنٹرز،ص:۵۲۔۵۱

۷۔ مجیب احمد خاں،(۱۹۹۴ء)حجاب امتیاز علی حیات اور ادبی کارنامے،نئی دہلی،تخلیق کار پبلشرز،ص:۴۷

۸۔ حجاب امتیاز علی(۱۰۴۰ء)ظالم محبت،لکھنؤ،شاہی پریس،ص:۱۵۶۔۱۵۵

۹۔ یلدرم،سجاد حیدر(۱۹۴۰ء)مقدمہ ظالم محبت،لکھنؤ،شاہی پریس،ص:۳

۱۰۔ ایضاً،ص:۱۹۰

۱۱۔ ایضاً،ص:۲۵۶

۱۲۔ مجیب احمد خاں،(۲۰۰۰ء)حجاب امتیاز علی فن اور شخصیت،دہلی،کاک آفسیٹ پرنٹرس،ص:۱۰۰

۱۳۔ حجاب،امتیاز علی(۱۹۸۰ء)پاگل خانہ،لاہور،ادارہ حجاب و امتیاز،ص:۶۱

۱۴۔ ایضاً،ص:۱۹۶

۱۵۔ ایضاً،ص:۲۲۴

۱۶۔ ایضاً،ص:۳۰۸